سلسلہ نمبر ۱۸

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ط
اور اللہ تعالیٰ کے نام بڑے عمدہ ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ان ناموں سے پکارو

شرح اسماء اللہ الحسنیٰ

جل جلالہٗ وعم نوالہٗ

تالیف

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

المشیع

شعبۂ التالیف والاشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

اگر نظامِ عالم پر غور کر کے دیکھا جائے تو ہر چیز کی ایک غرض و غایت نظر آتی ہے اور ہر شئے کا حُسن و قبح اسی علّتِ غائی کے لحاظ سے ہے اگر وہ اپنے پیدائشی مقصد کو پُورا کر رہی ہے تو حسن (بھلی) کہلاتی ہے ورنہ قبیح (بُری) سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً چاقو قلم تراشنے کے لیے بنایا جاتا ہے۔ اس کی خُوبی یہی ہے کہ قلم اچھّی طرح سے تراشے۔ اگر قلم تراشنے میں وہ کُند ہے تو ردّی کہلائے گا۔ خواہ دیکھنے میں کتنا ہی خوب صُورت نظر آئے۔ علیٰ ہٰذا القیاس انسان کی پیدائش کی بھی ایک مصلحت اور حکمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ قَوْلُہٗ تَعَالٰی:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ○ (ترجمہ: میں نے اِنسانوں اور جنّوں کو سوائے اس کے اور کسی مقصد کے لیے نہیں بنایا کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں اُن سے کوئی رزق نہیں مانگتا۔ اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ مجھے لاکر کھلائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ وہی رزّاق ہے۔ طاقت والا مضبُوط۔

لٰہذا انسان کا حُسن و قبح، شرافت و رذالت، دیانت و خیانت اسی حکمت اور مصلحت پر پرکھی جائے گی۔ اگر فرائض عبُودیّت کے

ادا کرنے میں تیز گام۔ سر بکف اور ہوشیار ہے تو حسن، شریف، دیانتدار کہلائے گا ورنہ ان کے مخالف الفاظ کا مصداق بن جائے گا۔

صحیح معرفت حقِ عبودیّت کے ادا کرنے سے پہلے انسان کے لیے خدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ سے صحیح معرفت یعنی اصلی اور سچّی پہچان ضروری ہے۔ ورنہ دروازۂ الٰہی کی پوری شناخت نہ ہونے کے باعث خطرہ ہے کہ ہدیۂ عبودیّت بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے کی بجائے غیر اللہ کے دروازہ پر جائے۔ ساری عمر سرِ نیاز جُھکائے پھر بھی خسارہ دُنیا و آخرت اُٹھا کر دُنیا سے رخصت کیا جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے جلالی وجمالی اسماءِ حُسنیٰ کی فہرست اُسے سُنا دی جاتی ہے تاکہ خدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کو صحیح طور پر پہچان لے۔

مآخذ اسماءِ مُبارک کی شرح کا بیشتر حصّہ مندرجہ ذیل کُتب سے ماخُوذ ہے۔ المقصدُ الاسنیٰ شرح اسماءُ اللہ الحسنیٰ۔ تالیف حُجّۃُ الاسلام الامام ابی حامد الغزالیؒ اور قُدوۃُ العلماء الشیخُ المحدّث مولانا عبدالحقؒ دہلوی کی شرح مشکوٰۃ شریف۔

علامات غزالیؒ (المقصدُ الاسنیٰ) شیخؒ (شیخ عبدُالحقؒ محدّث دہلوی) مؤلّف (احمد علی عفی عنہ)

تخلّق وتعبُّد

سب سے پہلے اسماءُ اللہ الحسنیٰ کی شرح کی گئی ہے۔ بعد ازاں

بتلایا گیا ہے کہ اگر انسان ان اسماء کا مظہر بننا چاہے تو کس طرح اپنے آپ کو ان کی خصوصیات سے متخلق بنائے۔ اور اگر اپنے مالک عزّ اسمہٗ وجلّ مجدہٗ کی اس صفت کے سامنے حقِ عبودیت ادا کرنا چاہے تو کس طرح ادا کرے۔ جن مقدس بزرگوں کی کتب سے شرح لکھنے میں استفادہ کیا جا رہا ہے۔ حتی الوسع ان کے تتبع کا التزام کیا گیا ہے لہٰذا جہاں اُنھوں نے تخلق و تعبد کا ذکر کیا ہے، اتنا ہی احباب کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔ البتہ کہیں اشد ضرورت کے خیال سے چند کلمات اپنی طرف سے بھی لکھ دیے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اَسْمَآءً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ.

ترجمہ: ابوہریرہ رض سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ اسماء ہیں جس شخص نے ان کو محفوظ کیا وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ ۱۲



معبودِ حقیقی کا ذاتی نام ہے

لفظ اللہ (جلّ شانہٗ) اس ذات کا علم (نام) ہے جو الوہیت کی تمام صفات کی جامع اسی لیے یہ اسم اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء میں سے عظمت و شان میں سب سے

بڑا ہے اور یہ اسم اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ حقیقۃً یا مجازاً کسی دُوسرے کے حق میں نہیں بولا جاتا۔ بخلاف دُوسرے اسماء کے مثلاً قادر، علیم، رحیم کہ وہ مجازاً بعض اوقات دُوسروں کے حق میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ (غزالیؒ)

نصیبِ بندہ

انسان کو چاہیئے کہ دل کی پُوری توجّہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد میں مُستغرق رہے۔ اس کے سوا کسی دُوسری طرف توجّہ نہ کرے۔ کسی غیر سے کوئی اُمّید نہ رکھے۔ اس کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ (شیخ)



بڑا مہربان

یہ دونوں اسم رحمت سے مبالغہ کے لیے مُشتق ہیں اور رحمٰن میں مبالغہ زیادہ ہے کیونکہ یہ دُنیا اور آخرت کی رحمت کو شامل ہے۔ علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔



نہایت رحم والا

رحمت سے مُراد یہ ہے کہ محتاجوں سے بھلائی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت دُنیا اور آخرت کی نعمتوں پر شامل ہے۔ اور یہ محض اس کی عنایت ہے جس میں کوئی غرض اور کسی معاوضہ کا خیال نہیں (شیخؒ)

تعلّق جب انسان کو علم ہوگیا کہ ساری نعمتوں کا مُنعمِ حقیقی فقط وہی ہے۔ تب اس کا فرض ہے کہ اسی پہ توکّل کرے اور اپنے سب کام اُسی کے سپُرد کرے اور اپنی توجّہ فقط اس کی رحمت کی طرف رکھے۔ کسی دُوسرے سے مدد نہ مانگے۔ اسی درجہ کا نام تعلّق بالرحمٰن و رحیم ہے۔ (شیخؒ)

تخلّق ان دو اسموں سے تخلّق کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحم کھائے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتا دیکھے تو اس کے دُور کرنے کی سعی کرے۔ جہاں تک ہو سکے محتاجوں کی حاجت روائی کرے۔ اور اس خدمت میں سوائے نیکی کے ارادہ کے کوئی غرض اور کسی معاوضہ کا خیال نہ کرے۔ اگرچہ صحیح طور پر اس منزل تک پہنچنا انسان کے لیے بیحد دُشوار ہے۔ (شیخؒ)



بادشاہ

مَلِک وہ ذات ہے جو اپنی ذات اور صفات میں ہر موجُود سے مُستغنی ہو اور ہر موجود ہر چیز میں اس کا محتاج ہو۔ خواہ ذات وصفات میں یا وجُود و بقا میں اور ہر موجُود اپنی ذات وصفات میں اسی کا مملوک ہو۔ (غزالیؒ)

نتیجہ جب انسان کو علم ہوگیا کہ میرا بادشاہ حقیقی فقط اللہ تعالےٰ ہے تو اسی کے دروازہ کا غلام ہوگا۔ اور اسی کے دروازہ سے

عزّت کا خواہاں ہوگا اور اُسی کی فرمانبرداری کرے گا۔ اور جب جان لے گا کہ ماسوی اللہ سب اسی کا مُحتاج ہے اور اسی کے حکم کا تابع فرمان ہے، تو ضرور ہی اپنا تعلّق اس سے جوڑے گا اور سب لوگوں سے بے نیاز ہو جائے گا۔ اپنی حاجت روائی کے لیے اُن کے دروازہ پر ہاتھ نہیں پھیلائے گا۔ ان سے کسی قسم کی اُمید یا ڈر نہیں رکھے گا۔

تخلّق جو شخص اس اسم کا رنگ اپنے اندر لینا چاہے اور اپنے نفس کی مُملکت اور قلب (دل) اور قالب پر قبضہ جمائے اپنے اعضاء اور سب قوّتوں پر غلبہ حاصل کرے اور ان سب کو طاعتِ حق اور شریعت کے تابع بنائے تا کہ یہ اپنے وجُود کا بادشاہ بن جائے۔ (شیخؒ)



ہر نقصان سے پاک

بے حد پاک اور نُقصان سے بری۔ ہر خیال و وہم و گمان سے بالاتر۔ اور انسان کے ہر فکر سے بلند (امام غزالیؒ)

ہر چہ اندیشی پذیرائی فناست
و آنچہ در اندیشہ ناید آں خداست (شیخؒ)

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند و شُنیدیم و خواندہ ایم (مؤلف)

بندہ کا فرض

قدس علمی : انسان تقدّس علمی تب حاصل کر سکتا ہے کہ محسُوسات

اور متخیلات سے اپنے علم کو بالاتر بنائے۔ اس علم کا دلدادہ اور شیدائی بنے کہ جب اُس کے حواس سلب کر لیے جائیں اور قوتِ متخیلہ پر بھی زوال آ جائے۔ تب بھی اس کا رشتۂ عشق علمی علومِ الٰہیہ ازلیہ ابدیہ کے ساتھ وابستہ رہے۔

قدسِ ارادی ارادہ کی پاکیزگی یہ ہے کہ کھانے پینے، پہننے نکاح کرنے وغیرہ وغیرہ خواہشاتِ انسانی سے بالاتر ہو جائے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کی کوئی مُراد نہ ہو۔ سوائے محبّت الٰہی کے اور کسی چیز میں لذّت نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کی مُلاقات کے سوا اور کسی چیز کا شوق نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کے قُرب کے سوا اور کسی چیز سے راحت نہ ہو۔ (غزالیؒ)

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔



ہر عیب سے پاک

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کی ذات ہر عیب سے پاک، اُس کی صفات ہر نقص سے بالاتر۔ اس کے افعال ہر شرّ سے خالی ہیں۔

فرضِ بندہ۔ جس شخص کا دل حسد، کینہ، بُغض اور شرارت سے پاک ہو گیا۔ گناہ کرنے سے اس کے اعضا بچے رہے۔ شہوت اور غضب پر عقل غالب رہی۔ یہی وہ شخص ہے جو اللہ تعالےٰ کے ہاں قلبِ سلیم لے کر آئے گا۔ یہ شخص بندوں

میں سلام کہلانے کا مستحق ہے اور اپنی خوبیوں کے باعث سب سے زیادہ قربِ الٰہی میں جگہ پائے گا۔ (غزالیؒ)



امن دینے والا

مومن وہ خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ جس نے دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں سے بچنے کے لیے اسباب مہیا کر دیے ہیں خواہ وہ مصائب روحانی ہوں یا جسمانی۔ مثلاً بھوک کے صدمہ کو دور کرنے کے لیے اناج پیدا کیا۔ پیاس کی مصیبت کا ازالہ پانی سے کیا۔ بیمار کے لیے ادویات اور طبیب بہم پہنچائے۔ آخرت کے عذاب سے بچنے کے لیے بذریعہ انبیاء علیہم السلام اور کتبِ سماوی راہ نمائی کی۔

غرضیکہ

سارے جہاں میں ہر مخلوق (نباتات و حیوانات ہوں یا انسان ہو) کی ہر مصیبت سے بچنے کے لیے فقط اُسی ذاتِ حق جلّ و علیٰ نے اسباب پیدا کیے ہیں۔ لہٰذا مومن علی الاطلاق فقط اُسی کی ذات پاک ہے۔

فرضِ بندہ: انسان اگر اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا مظہر بننا چاہے تو اس کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات اس کے شرّ سے محفوظ رہے۔ بلکہ ہر مصیبت زدہ اپنی دینی اور دنیاوی، روحانی

اور جسمانی مصیبتوں کو ٹالنے کے لیے اس کو وسیلہ بنائے (غزالیؒ)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَہُ النَّاسُ عَلٰی دِمَآءِ ھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ۔ (ترمذی شریف)

ترجمہ: ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ مُسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مُسلمان (ہر خطرہ سے) محفوظ رہیں اور مومن وہ شخص ہے جس سے لوگوں کے خُون اور مال امن میں ہو جائیں۔ ۱۲ (مؤلّف)



نگہبان

اپنی مخلوقات کے اعمال، رزق اور عمروں کی نگہداشت کرنے والا۔

فرض بندہ: جو شخص اپنی باطنی حالت پر مُطّلع ہو کر اپنے احوال اور اوصاف کی حفاظت پر قادر ہے کہ اُنھیں منشاءِ الٰہی کے مُطابق چلائے تو اُسے اپنے قلب کا مُہیمن سمجھا جائے گا اور اگر دُوسرے بندگانِ خُدا تعالیٰ کے باطنی حالات پر اپنی خدا داد فراست اور قرائن سے اطلاع پاتا ہے اور پھر ان کو صراطِ مُستقیم پر قائم رکھ سکتا ہے تو وہ پہلے شخص سے زیادہ بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ (غزالیؒ)



غالب

عزیز وہ ذات ہے جس میں تین صفتیں پائی جائیں (۱) جس کی نظیر (اس جیسا دوسرا) بہت ہی قلیل ہو۔ (۲) جس کی طرف حاجت بحد ہو۔ (۳) اس تک رسائی سخت مشکل ہو۔ یہ تینوں صفتیں ذات حق جلّ وعلیٰ میں بدرجۂ اتمّ واکمل پائی جاتی ہیں۔ اس کی نظیر قلیل تو کیا بلکہ ممتنع ہے۔ ہر چیز اپنے حال میں حتّٰی کہ اپنے وجود وصفات اور بقا میں اسی کی محتاج ہے۔ (غزالیؒ)

اور بغیر اس کی عنایت اور جذب کے اس تک رسائی (ادراکِ کُنہ) عالمِ ناسُوت میں تو بجائے خود رہی۔ محشر اور جنّت میں بھی ممکن نہیں ہے۔ (مؤلّف)

عبرت: جو شخص اللہ تعالیٰ کے عزیز ہونے کے معنی سمجھ لے گا، وہ اللہ تعالیٰ ہی سے عزّت چاہے گا اور وہ سوائے خدمت اور فرمانبرداری کے اور کوئی صُورت اختیار نہیں کرے گا اور اس کے دل میں سوائے اس شخص کے کسی کی عزّت نہ ہوگی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مُعزّز بنایا ہو۔ ؎

عزیزی وخواری تو بخشی وبس　　عزیز تو خواری نہ بیند زکس (شیخؒ)



سب سے زیادہ زور آور

جبّار وہ ذات ہے جو اپنا ارادہ بالجبر بھی سب پر جاری کر سکے اور اس پر کسی دُوسرے کا ارادہ نہ چل سکے اور جس کے قبضہ

سے کوئی بھی نکل نہ سکے اور اس پر کسی کا ہاتھ نہ پڑ سکے۔ ایسی ذات فقط خدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ہے۔

مظہرِ جباریّت

بندوں میں اسمِ جبّار کا وہ مظہر ہے، جو خود سب کا متبوع ہو اور اس کو دُوسرے کی تابعداری کی ضرورت نہ ہو۔ دُوسروں کو اس کی صُورت و سیرت کے اتّباع کے لیے مجبُور کیا جائے۔ جو سب کے لیے مُوثّر ہو اور خود کسی سے متاثّر نہ ہو۔ جو شخص اس کا مشاہدہ کرے، اپنا نفس اُسے بھُول جائے اور اس متبوُع کی ہر ادا پر فدا ہو جائے۔ یہ عزّت و شان، یہ سربلندی و سرفرازی مُنعمِ حقیقی عزّ اسمہٗ وجلّ مجدہٗ نے فقط سیّدُ المرسلین خاتمُ النبیّین شفیعُ المُذنبین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو عطا فرمائی ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوتا ہے کہ "اگر مُوسیٰ علیہ السّلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری تابعداری کے بغیر چارہ نہ تھا۔ اور میں آدم علیہ السّلام کی ساری اولاد کا سردار ہوں۔ یہ جُملہ تعلّی اور فخر سے نہیں کہہ رہا۔" (غزالیؒ)



بڑائی کرنے والا

مُتکبّر وہ ذات ہے جو اپنی ذات کے مقابلہ میں سب کو حقیر سمجھے۔ عظمت اور بڑائی فقط اپنے نفس کے لیے جائز سمجھے۔ دُوسروں کو اس نظر سے دیکھے جس طرح بادشاہ اپنے غلاموں کو دیکھا کرتے ہیں۔ اگر یہ حالات سچّے طور پر پائے جائیں تو تکبُّر ایسی ذات کے شایان

شان ہوگا۔ اور اگر یہ اوصاف نہ پائے جائیں اور تکبّر پایا جائے تو یہ تکبّر باطل اور مذموم ہوگا۔ (غزالیؒ)

حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ آپ نے منبر پر فرمایا۔ اے لوگو! مُتواضع بنو۔ کیونکہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کی، اللہ تعالیٰ اس کو سرفراز فرمائے گا۔ وہ اپنے خیال میں ذلیل ہوگا اور لوگوں کی نظروں میں بہت بڑا ہوگا۔ اور جس شخص نے تکبّر کیا اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل کر دے گا۔ وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل، اور اپنے خیال میں بڑا ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں کے ہاں کُتّے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہوگا۔ (رواہُ البیہقی۔ مؤلف)



ایک چیز سے دوسری چیز بنانے والا

یہ تینوں اسم پیدا کرنے کے معنی میں تقریباً برابر ہیں، اور ہر ایک میں ایک خصُوصیت بھی ہے۔ خلق کے معنی پیدا کرنے سے پہلے اندازہ کرنا۔ بَرَأَ کے معنی پیدا کرنا اور تصویر کے معنی صُورت دینا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں یہ تینوں درجے ایک ہی دفعہ فوراً طے ہو جاتے ہیں مگر رُتبہ میں ایک دُوسرے پر مقدّم ہیں۔ عالمِ علوی و سفلی میں عرش سے



عدم سے وجود میں لانے والا



صُورت دینے والا

لے کر تحت الثریٰ تک جو کچھ پیدا ہُوا ہے یا پیدا ہوگا، سب اللہ کی صفات (خلق، برأ اور تصویر) سے پیدا شدہ ہے۔

عبرت : انسان کو چاہیئے کہ ہر مخلُوق کو دیکھ کر خالق کی طرف متوجّہ ہو اور ہر صُورت کو دیکھ کر اس کے مُصوّر کی یاد تازہ کرے اور ہمیشہ اسی نظر و فکر میں رہے۔ (شیخ رح)



بہت گناہ بخشنے والا

غفر کے معنی پردہ ڈالنا ہے۔ غفّار وہ ذات ہے جو خُوبی کو ظاہر کرے اور بُرائی پر پردہ ڈالے۔ (غزالی رح)

غافر کے معنی میں مبالغہ ظاہر کرنا ہو تو غفّار کا استعمال کیا جاتا ہے اور غفُور میں اس سے بھی زیادہ مبالغہ ہے۔ (شیخ رح)

ستر اوّل خدائے قدُّوس جلّ اسمہٗ وعزّ مجدہٗ نے پہلا ستر انسان پر یُوں ڈالا کہ اس کے حُسن و جمال کو بدن کے اوپر والے حصّہ میں نمایاں کر دیا اور ناپاکی اور بدبُو کے محل کو نیچے کے حصّہ میں چُھپا دیا۔

ستر دوم اللہ تعالیٰ نے انسان کے بُرے وسواس، باطل ارادے ردّی خیال کو دل کے پردہ میں چُھپا دیا کہ کوئی شخص

اِس کے اس خزینۂ دفینہ پر اطّلاع ہی نہیں پا سکتا۔ ورنہ سب کی نظروں میں گِر جاتا اور کوئی بعید نہ تھا کہ اس کے خبائثِ باطنیہ پر اطّلاع پانے والے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیتے۔

ستّرِ سوم جن گُناہوں کے باعث انسان ذلیل وخوار ہونے کے قابل ہو، اُن پر اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت کا پردہ ڈال دیتا ہے۔ (غزالیؒ)

مظہرِ غفّار مظہرِ غفّار کا فرض ہے کہ لوگوں کے گُناہوں سے درگزر کرے اور ان کے عَیبوں پر پردہ ڈالے۔



زبردست

قہّار وہ ذات ہے جو اپنے بڑے بڑے جابر دشمنوں کی کمرِ ہمّت توڑ دے۔ بلکہ ہر موجُود اس کے زور کے تابع اور قبضہ میں عاجز ہو۔ (غزالیؒ)

عبرت : جو شخص اللہ تعالیٰ کی قہّاریّت کا مطلب سمجھ لے گا، وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے قہر سے لرزاں ہو گا اور خوفِ الٰہی سے مجبُور ہو کر اُس کی بارگاہ میں لُطف وکرم کی اِلتجا کرے گا۔ (شیخؒ)

مظہرِ قہّاریّت وہ شخص ہو گا جو مُعاندینِ حق کی طاغوتی قوٰی کو پاش پاش کر دے۔ باطل پرستوں کیلئے اس کا وجُود پیغامِ موت ثابت ہو۔ زر پرست، جاہ کے طالب دُنیا

کے دِلدادہ، مُلک گیری واستعمار پرستی کی ہوس میں چوُر، خُدا تعالیٰ کی محبّت سے دُور رہنے والوں کو دُنیا میں چین سے نہ بیٹھنے دے[1]۔ علاوہ ازیں اپنے نفس کی خواہشات پر پُورا تسلّط حاصل ہو۔ اِس کی کوئی حرکت عقل و نقل کے خلاف نہ ہونے پائے اور رضائے مولیٰ ازہمہ اولیٰ کا مصداق ہو جائے۔ واللہُ الموفّقُ والمعینُ (مُؤلّف)



سب کچھ دینے والا

اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کے فیض کی کوئی اِنتہا نہیں ہے۔ ہبہ حقیقتاً اس عطیّہ کا نام ہے جس میں کوئی غرض نہ ہو اور عوض لینے کا خیال نہ ہو۔ اگر عوض کا خیال ہو تو وہ شخص واہب نہیں کہلائیگا بلکہ بائع (بیچنے والا) شمار کیا جائے گا۔ لہٰذا واہب فی الحقیقت فقط خُدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ ہی ہے۔

عبرت: جب انسان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہّاب مُطلق خُدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، تب ہر چیز اُسی سے مانگے گا اور اسی سے اُمید رکھے گا۔ اس کے سوا سب سے طمع توڑ دے گا۔ (شیخؒ)

---

[1] بجز مواقع مُستثنیہ شریعت۔



رزق دینے والا

رزّاق وہ ذات ہے جس نے رزق پیدا کیا اور اپنی مخلوق تک پہنچایا اور ایسے اسباب سمجھا دیے جن سے ہر شخص بخوبی اپنی حاجت پوری کر سکے۔ (غزالیؒ) مثلاً گیہوں، چاول اور سبزی پیدا کی اور انسان کو اتنی عقل دی جس کے باعث گیہوں، چاول اور سبزی سے مختلف چیزیں بنا سکے اور طرح طرح کی لذّتیں حاصل کر سکے۔ (مؤلف)

اقسامِ رزق

رزق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رزق جسم کا مثلاً اناج، میوہ جات وغیرہ، دوسرا رزق رُوح کا اور وہ علوم و معارف ہیں۔ دوسری قسم کا رزق پہلے سے بدرجہا بہتر ہے۔ کیونکہ پہلی قسم جسمِ فانی کو تقوّیت دیتی ہے اور چند روزہ زندگی میں اُسے راحت پہنچاتی ہے اور رزق نمبر دوم ابدُالآباد کی زندگی کا زادِ راہ ہے (غزالیؒ)

انسدادِ شرک

جب ظاہر اور باطن کے رزق کا رزّاق ایک خُدائے تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے تو دوسرے کے دروازہ پر جا کر ہاتھ پھیلانے کی ضرورت ہی کیا ہے جہاں سوال کی اجازت نہیں۔ جو دوسرے کے دروازہ پر جائے گا[۱] خدا تعالیٰ اُس سے ناراض ہو جائے گا۔ ہاں یُوں کرے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگے

[۱] یعنی اس کو مستقل سمجھ کر یا حدودِ شرع سے باہر ہو کر۔

اور اس کو اپنا مددگار بنانے کے بعد اسبابِ رزق میں جاکر ہاتھ ڈالے۔ ان میں پُوری محنت اور کوشش کرے۔ اسباب کی منڈی[1] سے لاکھوں روپیہ کما کر لائے[2] اور اس رزق کو محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم خیال کرے تو ایسا شخص اگرچہ ساری دُنیا کے خزانوں کا مالک بن جائے پھر بھی وہ اعلیٰ درجہ کا خُدا پرست اور خدا کا دوست کہلائے گا (مؤلف)

خوش نصیب انسان

خوش نصیب وہ انسان ہے جس کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے ارزاقِ بدن کا خزانہ بنایا (یعنی مال و دولت میں وُسعت دی اور وہ مخلوقِ خُدا تعالیٰ کی جسمانی حاجتیں پُوری کرتا ہے) اور اس کی زبان کو دِلوں کے ارزاق (یعنی اذکارِ الٰہیہ مثلاً قرآن وحدیث شریف کا مخزن بنایا (غزالیؒ) کہ اس کے ذریعہ سے لوگ گمراہی سے نکل کر ہدایت پاتے ہیں۔ بداخلاقی سے تائب ہو کر اخلاقِ حمیدہ کے پابند ہو جاتے ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

ایں سعادت بزورِ بازُو نیست تا نہ بخشد خُدائے بخشندہ

عبدُاللہ بن مسعُودؓ سے مروی ہے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ حسد کا اِستحقاق فقط دو شخصوں میں ہے۔ ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے۔ پھر اس کو راہِ حق میں بے حد خرچ کرنے کی توفیق دی ہے۔ دُوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا

---

[1] اگرچہ بعض کے لیے ترکِ اسباب کی بھی اجازت ہے۔ [2] بشرطِ عدمِ انہماک۔

فرمایا ہے۔ پھر وہ اسی سے لوگوں میں فیصلہ کرتا ہے اور اسی کی تعلیم دیتا ہے۔ (متفق علیہ) (مؤلّف)



کھولنے والا

فتّاح وہ ذات ہے جس کی مہربانی سے ہر عقدہ کھلتا ہے۔ اسی کی مہربانی سے ہر مشکل حل ہوتی ہے۔ (غزالیؒ)

انسدادِ شرک

انسان کا فرض ہے کہ کسی مشکل کی عقدہ کشائی کے لیے غیر کے دروازہ پر نہ جائے[1]۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر آئے، پھر عاجزانہ دُعا کرنے کے بعد خدا تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے اسباب میں جا کر ہاتھ ڈالے۔ محنت کرے اور مُراد پائے۔ (مؤلّف)

ہمہ در ہا بکل بر خود فرو بند — در او گیر دائم دِل در وبند (شیخؒ)



جاننے والا

علیم[2] وہ ذات ہے جو ہر چیز کے اوّل، آخر، ظاہر، باطن، ماضی، حال، مستقبل کے ذرہ ذرہ حالات سے پُورے طور پر آگاہ ہے اور یہ علم اس کا ذاتی ہے یعنی اشیاء کے موجود ہونے اور دیکھنے بھالنے کے بعد کا نہیں، بلکہ چیزوں کے وجود سے پہلے ہی تھا اور علم خاصّۂ

[1] حواشی ثلاثہ صفحات سابقہ ملاحظہ ہوں۔ [2] یتّصف بہ المخلوقات ایضاً ویسمّٰی بغلام علیم ۱۲

خدائے قدُّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کا ہے۔ (مؤلف)

نتیجہ: جب ایسے علیم کے ساتھ ہمارا تعلق ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ وہ قدیر بھی ہے۔ جو چاہے کرسکتا ہے اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ اُس نے ہر سائل کی دُعا کے سُننے اور قبول کرنے کا ٹھیکہ لیا ہُوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ ترجمہ: میں ہر پُکارنے والے کی دُعا قبُول کرتا ہوں جس وقت وہ مجھے پُکارے۔

لہٰذا ایسے علیم، قدیر، مُجیب کے دروازہ کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں۔ ہر کام کے لیے اسی کے دروازہ پر آئیں۔ ہاتھ پھیلائیں۔ مُراد پائیں۔ دُنیا اور آخرت میں اس کے مُخلص کہلائیں۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (مؤلف)



تنگ کرنے والا

مال و دولت علم و عرفان کی کمی بیشی، تنگی اور کُشادگی اسی مالک وحدہٗ لاشریک لہٗ کے قبضہ میں ہے۔

نتیجہ: انسان کا فرض ہے کہ مال و دولت کی کُشادگی یا عِلم و عرفان کی وُسعت کے لیے فقط اسی کے دروازہ کو کھٹکھٹائے غیر کے دروازہ پر نہ جائے اور قبضِ رزق میں صبر کرے اور امیدوارِ کُشادگی رہے۔ اور جب بسط ہو تو شکر بجالائے اور قبض



کُشادہ کرنے والا

رزق کو اللہ کی آزمائش سمجھے اور اس حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تشدّد بے جا کا خیال نہ کرے۔ بلکہ اپنے اعمال کا نتیجہ تصوّر کرے یا کسی مصلحت پر مبنی سمجھے۔ قولہٗ تعالیٰ: وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰـهُ رَبُّهٗ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ○ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ○ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ○ (مؤلف)



پست کرنے والا

فرماں برداروں کو سرفراز فرمانے والا۔
نافرمانوں کو نیچا دکھانے والا

فرضِ مومن

مومن کا فرض ہے کہ حق پرست، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کی حمایت کرے اور نافرمانوں کی باطل پرست تحریکوں کو کچل ڈالے۔ اولیاء اللہ سے دوستی رکھے اور دشمنانِ خدا سے عداوت رکھے۔ (غزالیؒ)



بلند کرنے والا

لطیف نکتہ

برادرانِ دین اور مشائخ اہلِ یقین کا رتبہ اپنے سے بلند سمجھنا چاہیئے بلکہ اپنا درجہ سب سے کمتر سمجھا جائے۔ (شیخؒ) تاکہ اپنے محاسن پر نظر نہ پڑے، اور دوسرے کے عیوب نظر نہ آئیں۔

بیت

ہُنر مندے کہ راہ راپا و سر دید　زخودِ عیب و ز بیگانہ ہُنر دید
حکیمہائے کہ دُور اندیش بُوذند　دوائے خلق دور و خویش بُوذند　(شیخؒ)



عزّت دینے والا

دُنیا اور آخرت کی عزت و ذلّت کی باگ فقط مولائے حقیقی عزّ اسمہٗ و جلّ مجدہٗ کے قبضہ میں ہے۔ (غزالیؒ)

نتیجہ عزت و ذلّت کا مسئلہ قرآنِ حکیم نے تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ سے حل فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ عزّت و ذلّت کی باگ دُنیا میں ہو یا آخرت میں۔ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔ جس شخص یا قوم کو چاہیے بامِ عرُوج پر پہنچائے اور جسے چاہے، قعرِ مذلّت میں گرائے۔ لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ مُسلمانانِ ہند و پاکستان کی موجُودہ پستی و ذلّت اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ہے۔ مُسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر ان اسباب و علل کا پتہ لگائیں۔ جس سے ان کی حکُومت بہ محکُومی۔ رفعت بہ پستی۔ عزّت بہ ذلّت۔ اتّحاد بہ اختلاف۔ نظام بہ اِنتشار۔ تعظیم بہ توہین۔ اخلاق بہ بداخلاقی مُتبدّل ہو گئے ہیں۔ (مؤلّف)



ذلیل کرنے والا

قولہ تعالیٰ : وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ٥

ترجمہ : خدا تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ اُنھوں نے اپنے اُوپر خود ہی ظلم کیا ہے۔

قولہ تعالیٰ : اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

قولہ تعالیٰ : وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ترجمہ : جو مُصیبت تم پر آتی ہے وہ تمھارے سابقہ اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے اور بہت سی چیزوں سے تو اللہ تعالیٰ درگزر فرماتا ہے۔

ان تمام مصائب کا باعث اصلی اعراض عن الدّین ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ٥



سُننے والا

وہ ذات جو ہر آواز کو سُنتا ہے خواہ وہ اندھیری رات میں سیاہ چیونٹی کے صاف پتھر پر چلنے کی کیوں نہ ہو وہ اپنے تعریف کرنے والوں کی تعریف اور دُعا کرنے والوں کی دُعائیں سُنتا ہے لیکن وہ ہماری طرح کان نہیں رکھتا بلکہ سمع اس کی ایک صفت ہے جس سے ساری چیزوں کو سُن لیتا ہے۔ (غزالیؒ)

بندہ کی قوّتِ سامعہ، انسان کے کانوں میں سُننے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ لہٰذا اُس کا فرض ہے کہ اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مُطابق خرچ کرے ورنہ خائن کہلائے گا۔ اور

خیانت کی سزا پائے گا۔ اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا (مؤلف)



بصیر وہ ذات پاک ہے جو زمین و آسمان اور ان کے درمیان جو چیز ہے ہر ایک کے ذرہ ذرہ کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ گہرے سمندر کی تہہ میں جو چیز ہو یا سر بفلک پہاڑ کی جڑ میں جو چیز پوشیدہ ہو۔ ہر ایک اس کی نظر کے سامنے موجود ہے۔ (مؤلف)

عبرت انسان کا فرض ہے کہ اپنے دل کے شیشہ کو ہر عیب سے پاک رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی حق تلفی، آبرو ریزی دل آزاری کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ ہر وقت اس تصور کو پکائے کہ میرے دل پر ہر وقت ہر گھڑی اُس مولیٰ کی نگاہ پڑ رہی ہے۔ میں اپنے دل کا کوئی راز اس سے چھپا نہیں سکتا۔ اس تصور کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آدمی گناہوں سے پرہیز کرتا کرتا انشاء اللہ بالکل ہی پاک ہو جائے گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔

قولہ تعالیٰ: وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ط

ترجمہ: اور جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں، البتہ ضرور ہم ان کو اپنے راستوں کی رہنمائی کریں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ البتہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔ (مؤلف)



حکَم: فیصلہ کرنے والا جس کے فیصلہ کو کوئی ردّ نہ کر سکے۔ مراتب حکم قضا قدر۔ توضیح مقصد کے لیے ایک مثال سمجھنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً سائیکل کے ایجاد کرنے والے کے ذہن میں پہلے ایک خیال آیا کہ اس قسم کی ایک چیز ایجاد کی جائے جس کے دو پہیئے ہوں۔ دونوں کے درمیان ایک زنجیر ہو۔ اُوپر بیٹھنے کی جگہ ہو۔ اس خیالی تصویر سے اس شخص کا نام حکم ہو گا۔ اس کے بعد وہ اسباب مطلوبہ کو جمع کرتا ہے تاکہ مُسبّبات پیدا ہوں۔ اس درجہ کا نام قضا ہے۔ بعدازاں ترتیب دے کر وہ نتائج پیدا کر کے دِکھاتا ہے اس کا نام قدر ہے۔ احکمُ الحاکمین خُدائے قُدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ نے سارے نظامِ عالم کا کلمح البصر (آنکھ جھپکنے کی دیر) بلکہ اس سے بھی پہلے ایک نقشہ تجویز فرمایا۔ اس لحاظ سے وہ ذات پاک حکم کہلائی۔ بعدازاں سارے نظامِ عالم کے اسباب کو جمع فرمایا۔ تاکہ مُسبّبات وجُود میں آئیں۔ یہ درجہ قضا ہوُا۔ بعدازاں اسباب کو کام میں لا کر مُسبّبات پیدا کر دکھائے۔ یہ درجۂ تقدیر ٹھہرا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال و الیہ المرجع والمآب (غزالیؒ)

ازالۂ غلطی

عقیدۂ تقدیر کا نتیجہ بعض مُسلمان غلط نکالتے ہیں کہ جب سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلہ سے ہونے

والا ہے تو ہمیں جدّ وجہد کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ پردۂ غیب سے خود ہی ظاہر ہو جائے گا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یہی شُبہ پیش کیا گیا اور آپ نے اس کا بہترین حل فرمایا۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کی اَفَلَا نَتَوَکَّلُ (کیا ہم تقدیر الٰہی پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں) آپ نے فرمایا۔ اِعْمَلُوْا فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ (کام کیے جاؤ۔ جس غرض کے لیے کسی کو پیدا کیا گیا ہے اس کے حق میں وہ کام آسان ہو گا۔)

حاصل یہ ہے

کہ مُسلمانوں کو تقدیر پر بھروسہ کر کے ساری دُنیا ومافیہا کے دُشمنوں اور موانع سے نڈر ہو کر کام کرنا چاہیئے تھا۔ تقدیر ہماری ہمت افزائی چُستی وچالاکی کا باعث بننی چاہیئے تھی کہ جب ہمارے اخلاص کی برکت سے خُدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو پھر ڈر کس کا۔ لیکن بجائے ہمّت کے آج کل عقیدۂ تقدیر، پست ہمتی، بیکاری اور بربادی کا مُوجب بن رہا ہے ۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ اَعْدَآئِكَ وَ اَعْدَآءِ الدِّیْنِ۔ (مؤلف)



اِنصاف کرنے والا

اس کے معنی عادل یعنی اِنصاف کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا عادِل ہے جس کا ہر فعل عدل محض ہے یعنی اس کا ہر کام بے عَیب اور اپنی خوبیوں کے

لحاظ سے بہترین ہے۔ (غزالیؒ)

نتیجہ جب ایک مُسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں اور اپنی خُوبیوں کے لحاظ سے عمدہ ترین ہے۔ لہٰذا اس کا فرض ہے کہ کسی مُصیبت اور رنج میں اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے، جو اس پر گُزرے، اُس پر صابر رہے تیوری نہ چڑھائے بلکہ اس کا شکر بجالائے۔ مثلاً بیٹا مر جائے تو خیال کرے کہ اس وقت اس کا مرنا ہی بہتر ہوگا، اس لیے مرا۔ اگر یہ زندہ رہتا تو خُدا جانے اس کے باعث مجھ پر اور اس پر کس کس قسم کے وبال آتے۔ وہ خود بھی بچ گیا اور ہمیں بھی بچا گیا۔ (مؤلف)



بھید جاننے والا

اس اسم کا مصداق وہ بن سکتا ہے جو باریک سے باریک مصالح کو سمجھ سکتا ہو اور ہر ایک چیز کو مصلحت کی بنا پر بہترین ٹھکانے پر خُوش اسلوبی سے لگا سکتا ہو۔ ایسے علم اور فضل کا انتہائی کمال فقط خُدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ ہی میں پایا جاتا ہے۔ (غزالیؒ)

جو آسمان و زمین اور بحر و برّ کی ہر چیز کی مصلحت سمجھتا ہے اور انھیں ٹھکانے لگاتا ہے۔ (مؤلف)

مثال اسمِ لطیف ہی کا لُطف ہے کہ بچّہ کو ماں کے پیٹ میں تین اندھیروں (پردہ جو بچّے پر لپٹا ہوتا ہے۔ رحم۔ شکم مادر)

کے اندر بناتا ہے۔ اس کی وہاں حفاظت کرتا ہے۔ ناف کے ذریعہ سے غذا بہم پہنچاتا ہے۔ پھر جب بچّہ پیدا ہوتا ہے تو اسے ماں کا پستان چوسنا اِلہام کرتا ہے۔ (غزالیؒ)

عبرت جب انسان سمجھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ لطیف ہونے کے لحاظ سے میرے دل کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ اس کے بعد اُسے چاہیے کہ ظاہر و باطن کو ہر قسم کی آلائش اور بُرے اخلاق سے بچائے۔ اس کی نعمت کا شکر کرے۔ نیکی کی توفیق اس سے مانگے۔ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے معافی کا خواستگار ہو۔ (شیخؒ)



ہر چیز کی خبر رکھنے والا

خبیر وہ مولیٰ ہے جس سے پوشیدہ خبریں مخفی نہ رہیں۔ زمین و آسمان کے ہر ذرّہ ذرہ کی نقل و حرکت بلکہ ہر ذی رُوح کے قلبی اِضطراب و اطمینان سے پُوری پُوری خبر رکھتا ہو۔ خبیر اور علیم کا مطلب قریب قریب ایک ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ علم کو جب پوشیدہ رازوں کی طرف نسبت کیا جائے تو ان کے جاننے والے کو خبیر کہتے ہیں۔

عبرت بندہ کا فرض ہے کہ اپنے دل کے پوشیدہ حالات کو جانچے کہ اس میں کس قدر خیانت، خود پسندی، زر پرستی، جاہ طلبی

کے امراضِ قبیحہ مُضمر ہیں۔ اور پھر ان سے پاک وصاف ہونے کی سعیٔ تام کرے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ط (مؤلّف)



بُردبار

وہ اللہ تعالیٰ جو بندوں کی نافرمانی کو دیکھتا ہے لیکن اس کا غَیظ وغضب جوش میں نہیں آتا۔ اور باوجُود قُدرت رکھنے کے بدلہ لینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰی ظَھْرِھَا مِنْ دَآبَّةٍ ۵ (ترجمہ: اگر اللہ تعالےٰ لوگوں کے اعمال پر گرفت کرتا تو رُوئے زمین پر کوئی زندہ نہ رہتا۔)

عبرت انسان اگر اس اسم کا مظہر بننا چاہے تو ضبطِ نفس، تحمّل اور بُردباری کی مشق کرے۔ جس قدر بھی خلافِ طبع یا رسمی باتیں پیش آئیں، سب کو برداشت کرے، اِشتعال میں نہ آئے۔ وقار کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا نُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ (غزالیؒ)



ذات وصفات میں سب سے بڑا

عظیم اصل میں عظیمُ الجسم پر اِستعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں عظیم سے مُراد وہ ذات ہے جس کی حقیقت اصلیہ کو عقل بھی تصوّر نہیں کرسکتی۔ اور یہ فقط

ذاتِ حق جلّ وعلیٰ شانہٗ کا خاصہ ہے۔

اِنسانوں میں عظیم

انسانوں میں عظیم (بلند پایہ ہستیاں) انبیاؑ علیہمُ السّلام اور عُلمائے کرام کی ہیں (غزالیؒ)

رحمتِ الٰہی کی جو خصُوصیّات مُقرّبین الٰہی سے ہوتی ہیں دُوسرا کوئی ان کی حقیقت کو بھی معلُوم نہیں کرسکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے، کہ عظمتِ مُطلقہ تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے مگر مُقرّبین کی عظمت بمقابلہ ان سے کم درجہ والوں کے ہوتی ہے مثلاً شاگرد سے اُستاد کی اور مُرید سے مُرشد کی عظمت زیادہ ہے۔ (مؤلّف)



گناہ بخشنے والا

غفُور بمعنی غفّار ہی ہے لیکن غفُور میں ایک طرح کا مبالغہ پایا جاتا ہے۔ غفّار میں بہ لحاظ مغفرت کے مبالغہ ہے کہ بار بار مغفرت فرماتا ہے اور غفُور سے مُراد تام الغُفران ہے کہ اِنتہائی سے انتہائی مغفرت کا درجہ عطا فرماتا ہے۔ (غزالیؒ)

فرضِ بندہ

بندہ کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بے اعتدالیوں پر اس قدر عفو کرے کہ بندوں میں غفّار کہلانے کا مُستحق ہوجائے۔

وَاللہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ (مؤلّف)



شکُور وہ مولیٰ ہے جو تھوڑی سی اطاعت پر بہت زیادہ درجے عطا فرماتا ہے اور چند روزہ اعمالِ صالحہ کے بدلہ میں آخرت کی غیر مُتناہی نعمتوں کا مُستحق ٹھہراتا ہے۔ آخرت کی بے انتہا نعمتوں کا بدلہ دینے کے لحاظ سے شکُور کا اصلی مصداق فقط خُدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے جو ایک نیکی کا بدلہ کئی گنا دے اسے بھی شاکر کہتے ہیں۔ اور جو شخص مُحسن کی تعریف کرے اُسے بھی شاکر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات دونوں معنی میں شکُور ہے۔ پہلی معنی تو ظاہر ہے دُوسری معنی بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں بطریق اولیٰ صادق آتی ہے کہ بندوں کو توفیق عطا فرماتا ہے۔ پھر خود ہی ان کی تعریف کرتا ہے۔ مثلاً نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ۔ ترجمہ: وہ کیسا ہی اچھا بندہ تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجُوع کرنے والا تھا۔) (غزالیؒ)

فرضِ انسان

انسان کا فرض ہے کہ دونوں قسم کے شکر کا عادی بنے۔ بدلہ دینے میں بھی بے نظیر ہمّت دکھائے اور مُحسن کی ثنا میں بھی رطب اللّسان نظر آئے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (مؤلّف)



بلند مرتبہ والا

علیّ وہ ذات ہے جس کے مرتبہ کے اُوپر کسی دُوسرے کا مرتبہ نہ ہو۔ زمین و آسمان بحر و برّ کی ساری اشیاء کے مرتبے اس سے کم ہوں۔ یہ معنی فقط ذاتِ باری عزّ اسمُہٗ وجلّ مجدہٗ کے ساتھ خاص ہے۔ ہاں مخلوقات میں سے انبیاء علیہمُ السّلام اور ملائکہ عظام کے درجے بلند ہیں۔ (غزالیؒ)

تخلّق اس اسم کا تخلّق بایں صُورت حاصل ہو سکتا ہے کہ علم و عمل کے حاصل کرنے میں اس قدر سعئِ تام کرے کہ اپنے بنی نوع پر سارے کمالات میں فائق نظر آئے۔ البتّہ یہ ضرور ہے کہ جس قدر ترقّی پائے گا، انبیاء علیہمُ السّلام کے درجہ تک نہیں پہُنچ سکے گا کیونکہ اُن کا درجہ سب سے بلند ہے۔ (شیخؒ)



بڑی شان والا

الکبیر سے مُراد صاحبِ کبریا ہے۔ کبریا سے مُراد ذات کا کمال ہے اور ذات کا کمال وجُود کے کمال سے ہوتا ہے۔ وجُود کا کمال دو چیزوں پر مُنحصر ہے۔ پہلا یہ کہ ازلی اور ابدی ہو۔ (غزالیؒ) اس لحاظ سے حقیقی طور پر کبیر کا اطلاق فقط ذاتِ باری عزّ اسمہٗ پر ہی ہونا چاہیئے۔ (مؤلّف)

دُوسرا یہ کہ جس کا وجُود کامل ہو اس کو کبیر کہہ دیتے ہیں اور جس کے وجُود سے جمیع موجُودات کا وجُود حاصل ہو۔ اسے بطریقِ اولیٰ کبیر کہنا چاہیئے۔

مظہر اسم کبیر

بندوں میں اسمِ کبیر کا مظہر وہ کامل ہوگا۔ جس کی صفاتِ کمال اپنے اندر ہی محدُود نہ رہیں بلکہ جو اس کی صُحبت میں آئے۔ کچھ نہ کچھ فیض لے کر جائے (غزالیؒ) اور یہ صفت عُلماءِ ربّانی کی ہے۔ (مؤلف)



نقصان سے بچانے والا

حفیظ وہ حافظ ہے جو نظامِ عالم کی ہر چیز کو محفُوظ رکھتا ہے۔ باوجودیکہ آپس میں وہ متضاد اور ایک دُوسرے کی دُشمن ہیں۔ مثلاً پانی اور آگ۔ گرمی اور سردی۔ رطُوبت اور یبُوست اجسام مُرکّبہ انھیں مختلف اجزا سے مُرکّب ہوتے ہیں۔ لیکن باوجود ایک دُوسرے کے دُشمن ہونے کے پھر ایک قالب میں حدِّ اعتدال پر رکھنا، تاکہ کوئی دشمن دُوسرے کو فنا نہ کرنے پائے اور مُتضاد اجزا سے مُرکّب اجسام کو ٹھیک طور پر چلانا یہ حفیظ عزّ اسمہٗ وجلّ مجدہٗ ہی کا کام ہے (غزالیؒ)

علیٰ ہٰذا القیاس مومنوں پر ایمان کا القاء کر کے ان کے عقائد کو گمراہی سے محفُوظ کیا۔ حفیظ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ سب

چیزیں اس کے علم میں محفوظ ہیں۔ سہو و نسیان کی وجہ سے کسی چیز کا اس کے علم سے خارج ہونا ممکن نہیں۔ (شیخؒ)

مظہرِ حفیظ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں مظہرِ حفیظ وہ کہلائے گا جو اعضا اور دل کی حفاظت کرے۔ اپنے غضب، شہوت، فریبِ نفس اور شیطان کی دھوکہ بازی سے دین کو بچائے۔ یُوں خیال کیجئے کہ انسان ایک ایسے کنارے پر کھڑا ہُوا ہے۔ جو گرنے والا ہے۔ علاوہ اس کے آفتوں نے بھی اُسے گھیرا ہُوا ہے (غزالیؒ)



روزی دینے والا

دل اور بدن کی غذا کا پیدا کرنے والا۔ دل کی غذا معرفتِ الٰہی اور بدن کی غذا خوراک ہے۔ (غزالیؒ)

مُقیت کے معنی توانا، نگہبان، گواہ اور حاضر بھی ہو سکتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ:

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ط

تخلّق

بھُوکوں کو کھانا کھلائے۔ غافلوں کو راہِ ہدایت بتائے۔ اپنے نفس کے حالات پر خبردار رہے اور اپنی اصلاح پر قُدرت پائے تو اس اسم سے مُتخلّق سمجھا جائے گا۔



حسیب سے مُراد کافی ہے ایسا کافی کہ جس کا وہ ہو جائے اس کو پھر کسی دوسرے کی حاجت باقی نہ رہے۔ یہ صفت حقیقتاً سوائے خُدائے قدُّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے کہیں نہیں پائی جاتی۔ (غزالیؒ)

بعض کہتے ہیں کہ حسیب بمعنے مُحاسِب ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن مخلُوقات سے حساب لے گا اور اللہ تعالیٰ ایسا مُحاسب ہے کہ انسانوں کے سانس بھی گِن لیتا ہے۔ (شیخؒ)

فرض بندہ جب انسان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اُسے چاہیئے کہ اسی پر اکتفا کرے اور سب کاموں میں اس کی حُسنِ تدبیر پر بھروسہ کرے۔ وَمَنْ یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ اور جب جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سانس بھی گِنتا ہے اور ان کا حساب لے گا، تو چاہیئے کہ اپنے تمام افعال اور حالات کو نقائص اور عیُوب سے صاف رکھے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ (شیخؒ)



جلالت سے مُراد بلند مرتبہ ہونا ہے جلیل مُطلق فقط خُدائے قُدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ کَبِیر۔ جَلِیل۔ عَظِیم۔ امام غزالی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اسم کبیر کمالِ ذات کی طرف راجع ہوتا ہے۔

اور جلیل کمال اور عظیم صفات اور ذات دونوں کے کمال کے لیے مُستعمل ہوتا ہے۔

تخلّق انسان اپنے نفس کو کمال سے موصُوف بنائے باطنی صفات کو درُست کرے، بداخلاقیوں سے باز آجائے تاکہ جلیل اور جمیل ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلُوقات سب اسے دوست رکھیں۔ (شیخؒ)



سخی۔ بندوں کا حاجت روا

کریم وہ ذات ہے جب قُدرت پائے تو عفو کر دکھائے۔ جب وعدہ کرے پُورا کرے۔ جب دینے لگے تو اُمید سے بڑھ کر دے۔ اس کی پرواہ نہ کرے کہ کتنا دیا اور کسے دیا۔ اس کے دروازہ کو چھوڑ کر جانے سے ناراض ہو۔ جو شخص اس کے دروازہ پر پڑ جائے اور التجا کرتا رہے اس کو کبھی ضائع نہ ہونے دے۔ بلکہ اس کو تمام وسیلوں اور سفارشیوں سے مُستغنی کر دے۔ جس شخص کے لیے یہ صفتیں بلاتکلف جمع ہو جائیں وہ کریم مُطلق ہو گا۔ ان صفات کا اعلیٰ درجہ فقط خُدائے قُدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ میں پایا جاتا ہے۔

عبرت يَاۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (ترجمہ: اے انسان تمھیں اپنے عزت والے رب کے معاملہ میں کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔)

اے غافل انسان! جب ان خُوبیوں والا تیرا رب موجُود ہے تو پھر کیوں غیر کے ہاں جاتا ہے۔ ہاتھ پھیلاتا ہے۔ سچ تو بتلا کہ وہاں سے کیا پاتا ہے۔ فاحذروا ایھا العصاۃ (غزالیؒ)



نگاہ رکھنے والا

رقیب کے معنی نگہبان، لہٰذا رقیب وہ ہوسکتا ہے جو علیم اور حفیظ بھی ہوتا کہ حفاظتِ اشیاء میں کوئی لحظہ غافل نہ ہونے پائے اور بالالتزام نگرانی فرمائے۔

فرضِ بندہ: انسان اگر اسم کا مظہر بننا چاہے تو کم از کم اتنا کرے کہ اُسے اپنے مولیٰ سے جو قلبی رابطہ ہے، اس کی ہر لحظہ پُوری حفاظت کرے۔ اس امر کا ہر وقت خیال رکھے کہ میرا نفس اور شیطان دو دشمن اس تعلّق میں خلل انداز ہونا چاہتے ہیں اور وہ اس تلاش میں رہتے ہیں کہ مجھے مولیٰ سے ہٹائیں لہٰذا ان کی مکّاریوں اور فریب بازیوں سے بچتا رہے اور کوئی موقع اُنھیں مطلب برآری کا نہ دینے پائے۔ یہی اس کا مُراقبہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی (غزالیؒ)



قبُول کرنے والا

سائلوں کی مدد کرنے والا۔ دُعا کرنے والوں کی دُعا قبول کرنے والا۔ بیکسوں کا حاجت روا بلکہ مُحتاج کی حاجت سے پہلے حاجت روائی کے اسباب پیدا کرے

والا۔ یہ کام فقط اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ ہی کے شایانِ شان ہے۔ کیونکہ وہی محتاجوں کی حاجتیں ان کے سوال اور بیان سے پہلے اپنے علمِ ازلی سے جانتا ہے۔

مظہرِ مجیب انسان کا فرض ہے کہ پہلے تو امر و نواہی میں اپنے رب کے حکم کی اجابت کرے یعنی ہر حکم کی تعمیل کرے۔ پھر بندوں پر اسی صفت کا اظہار کرے کہ ہر سائل کی حاجت روائی کرے بشرطیکہ استطاعت ہو۔ ورنہ نہایت نرمی سے جواب دے دے۔ (غزالیؒ)



کشائش کرنے والا

واسع سِعَۃٌ سے مشتق ہے جس کے معنی کشادگی ہے۔ بعض اوقات اس سے مراد وسعتِ علمی ہوتی ہے جبکہ معلومات کی بہتات ہو اور بعض اوقات احسانات کی کثرت مراد لی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات دونوں معنی کے لحاظ سے واسع ہے۔ اگر اس کے معلومات کو دیکھا جائے تو بحرِ بے پایاں ہیں۔ سارے سمندر بلکہ ان جیسے سات سمندر اور سیاہی بنا کر معلوماتِ الٰہی لکھے جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں اور معلومات ویسے کے ویسے رہ جائیں اور اگر اس کے احسانوں کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھی جائے تو بے انتہا نظر آئیں۔ لہٰذا واسع مطلق فقط ذاتِ باری عزّ اسمہٗ وجلّ مجدہٗ ہی ہے۔ (غزالیؒ)

تخلّق اگر اس اسم سے مُتخلّق ہونا چاہے تو علُوم و معارف میں وُسعت پیدا کرے۔ اپنے دل اور ہاتھوں کو کشادہ رکھے۔ گردشِ ایّام اور جاہلوں کی ایذا سے تنگ دل نہ ہو۔ غرضیکہ ہر شخص سے حُسنِ سلوک سے پیش آئے۔ بیت

بند ہا بر دار گر خواہی کُشاد　　دستِ دل بُکشا اگر خواہی مُراد (شیخؒ)



دانا

حکمت کی معنی یہ ہے کہ بہترین چیز کا بہترین علم کے ذریعے سے پہچان لینا تمام چیزوں میں بہترین چیز خُدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اور یہ طے شدہ امر ہے کہ اس مالکُ الملک عزّ اسمہٗ و جلّ مجدہٗ کی حقیقتِ اصلیہ کو سوائے اُسی کی ذات کے اور کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا حکیمِ مُطلق ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہاں مجازی طور پر حکیم کا لفظ ایک ایسے شخص پر بھی بولا جاتا ہے جو کسی صنعت و حرفت میں پُورا کمال رکھتا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر قسم کی صنعت و حرفت کی تہ تک بھی وہی مولیٰ جلّ مجدہٗ پہنچ سکتا ہے۔ انسان کا علم ہر جگہ ناقص ہی رہتا ہے۔

اصلی علمِ حکمت علم کا مرتبہ بلحاظ اس لے معلُوم کے ہے۔ جو معلومِ مُعزّز قابلِ قدر ہو اس کا علم بھی قابلِ توقیر ہوگا۔ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اس

کے مُتعلقہ علُوم کا عالم ہو، وہ حکیم کہلائے گا۔ کیونکہ حکمت اعلیٰ ترین علم کا نام ہے۔ اگرچہ وہ دُنیاوی علُوم میں کم درجہ رکھتا ہے اور جو شخص علومِ رسمیّہ کا پُورا ماہر ہو لیکن علوم الٰہیّہ (مذکورۃُ الصّدر) سے ناواقف ہو۔ وہ حکیم کہلانے کا مُستحق نہ ہوگا۔

نتیجۂ حکمت جس شخص کو اللہ تعالیٰ حکمت عطا فرمائے اس کی نظر دُنیا سے اُٹھ جاتی ہے اور عاقبت پر پڑ جاتی ہے اُس کی زبان سے کلمات بھی اسی ذوقِ سلیم کے مطابق ہی نکلتے ہیں۔ چنانچہ سیّدُ المرسلین، خاتمُ النّبیین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے کلماتِ حکمت ملاحظہ ہوں۔ (جو چیز تھوڑی ہو اور کافی ہو جائے وہ بہتر ہے بمقابلہ اس زیادہ چیز کے جو انسان کو اپنے فرضِ منصبی سے غافل کر دے۔ بھلا وہ آدمی ہے جو دُوسرے کے واقعات سے اپنے لیے سبق حاصل کرے۔ قناعت ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ (غزالیؒ)۔



محبّت کرنے والا

وُدُود وہ ذات ہے جو ساری مخلُوقات کے لیے بھلائی کی خواہاں ہو اور ان سے بھلائی ہی کرے۔ (غزالیؒ) یہ معنی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کے شایانِ شان ہے (مؤلّف)

مظہرِ وُدُود: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں وُدُود وہ شخص ہوگا جو مخلُوقات

کے لیے وہی چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے اور اس سے بھی اعلیٰ درجہ اس شخص کا ہے جو دُوسرے کو اپنے نفس سے بھی زیادہ ترجیح دے۔ چنانچہ ایک باخُدا کا مقولہ مشہُور ہے "میں چاہتا ہوں کہ دوزخ پر پُل بن جاؤں۔ میرے اُوپر سے بندے گُزریں اور اُنھیں دوزخ کی آنچ نہ آئے" (غزالیؒ)



اپنی ذات اور کاموں میں معزز

جس کی ذات شریف ہو اور افعالِ جمیلہ ہوں۔ عطا بے انتہا ہو۔ وہ مجید ہے۔ گویا اس میں اسم جلیل، وہاب اور کریم تینوں کا مجموعہ پایا جاتا ہے۔ (غزالیؒ)

فرضِ بندہ: انسان کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے۔ اس کی نعمت اور عطا کا شکر کرے۔ (شیخؒ)



مُردوں کو جلانے والا

وہ اللہ تعالیٰ جو رُوح اور جسم کو دوبارہ ملائے گا قبروں سے اُٹھائے گا۔ جو کچھ سینوں میں مُضمر ہے، اسے ظاہر کرائے گا۔

مظہر اسم باعث

بعث کا ماحصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ جہالت ایک طرح کی موت اور علم زندگی ہے۔ (غزالیؒ)

چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے: مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ کَمَثَلِ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ ط (ترجمہ: اپنے رب کو یاد کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مُردہ کی ہے انتہٰی یعنی ذاکر زندہ اور غافل مُردہ ہے)۔

لہٰذا جو شخص خلقِ خدا کو جہالت سے نکال کر نورِ علم سے مُنوّر کر رہا ہے وہ گو یا کہ جامِ حیات پلا رہا ہے۔ یہ درجہ انبیاء علیہمُ السّلام اور ان کے جانشین وُرثاء عُلماءِ ربّانیین کا ہے۔ (مؤلّف)



حاضر۔ موجود

اس کے معنی قریب قریب علیم کے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عالمُ الغیب والشّہادت ہے۔ غیب سے مُراد پوشیدہ باتیں اور شہادت سے مُراد ظاہر کی چیزیں ہیں اگر مُطلق علم کا لحاظ کیا جائے تو وہ علیم ہے اور اگر پوشیدہ اور باطنی اُمور کو دیکھا جائے تو وہ خبیر ہے اور اگر ظاہری اُمور کو مدِّ نظر رکھا جائے تو وہ شہید ہے۔ (غزالیؒ)

عبرت جب ہمارا مولیٰ عزّ اسمہٗ وجلّ مجدہٗ ہمارے ظاہر اور باطن کے حالات کو پُورے طور پر جاننے والا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ اپنے ظاہر و باطن کو ان باتوں سے پاک وصاف رکھیں جو اُسے ناپسند ہیں مثلاً کُفر، شرک، حسد، کینہ، بُغض، عداوت وغیرہ۔

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قُلُوْبَنَا وَاَبْدَانَنَا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط



ثابت سب صفتوں سے

حق بمقابلہ باطل کے ہے۔ کیوں کہ بعض اوقات چیزیں اپنی ضد سے نمایاں ہوتی ہیں۔ مُحاوراتِ انسانی میں جن اشیاء کا ذکر ہوتا ہے ان کی تین قسمیں ہیں۔ حق مطلق، باطل مطلق۔ من وجہ حق، من وجہ باطل۔ مُمتنع بالذّات (شریک باری) تو باطل مُطلق ہے واجب بالذّات حق مُطلق ہے اور مُمکنات من وجہ حق اور من وجہ باطل ہیں ممکن کو اپنی ذات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ باطل ہے۔ (غزالیؒ)

اس کی کوئی ہستی نہیں ہے (مؤلّف) اور چونکہ حق کے وجُود سے وہ موجُود ہے اس لیے حق ہے کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کا یہی مطلب ہے۔

فرضِ انسان

انسان کا فرض ہے ماسوی اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ باطل اور فانی تصوّر کرے اور فقط خُدائے قدُّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات کو حق اور باقی تصوّر کرے (غزالیؒ)

اگر یہ تصوّر پُختہ ہو جائے تو انسان کی خواہشات خود بخود کم ہو جائیں۔ دل میں جاہ طلبی، تکبّر، غرور، انانیّت نہ رہنے پائے۔ یادِ الٰہی میں ذوق آئے دربارِ الٰہی کی عزّت کا دِل دادہ ہو جائے۔ اسی کو چاہے۔ اسی کا ہو کر رہے، اسی کے لیے جیے، اسی کی راہ میں مرے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ (مؤلّف)



وکیل وہ ذات ہے ۔ جسے کام سپرد کیے جائیں ۔ وکیل کی دو قسمیں ہیں : ناقص اور کامل ۔ وکیل ناقص وہ ہے جو بعض اُمور کی ذمّہ داری اُٹھائے نہ سب کی اور اس ذمّہ داری میں بھی اپنی ذاتی طاقت کو کام میں نہ لائے بلکہ غیر (یعنی اللہ تعالیٰ) کی مانگی ہوئی طاقت کو کام میں لائے اور کام کر دکھائے ۔ وکیل کامل وہ ذات ہے جو ساری چیزوں کی ساری ضروریات کا ذمّہ اُٹھائے اور اپنی ذاتی طاقت سے سب کی حاجت روائی کر سکے ۔ یہ کمال فقط مالکُ الملک عزّ اسمہٗ میں پایا جاتا ہے ۔ اس لیے حقیقی طور پر وکیل فقط اسی کا نام ہے (غزالیؒ)

فرضِ بندہ

انسان کا فرض ہے کہ اپنی ضروریات میں قادرِ مُطلق وکیل حقیقی کے دروازہ پر جائے ۔ اس کے دروازہ کو پہلے کھٹکھٹائے وہاں منظوری کی درخواست دینے کے بعد پھر اسباب میں ہاتھ ڈالے ۔ کام ہو جائے تو خُدا تعالیٰ کا شُکریہ بجا لائے ۔ ورنہ رضائے مولیٰ بر ہمہ اولیٰ اپنے حق میں بہتر خیال کر کے خاموش ہو جائے ۔ (مؤلّف)



زور والا۔ بہت بڑی طاقت والا

قوی سے مراد پوری طاقت والااور متین سے مراد سخت طاقت والا۔

فرضِ بندہ جب ایسی زبردست طاقت والے کے ساتھ انسان کا رشتہ عبودیت وابستہ ہے تو اس کا دروازہ چھوڑ کر اور کہیں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (مؤلف)



حمایت کرنے والا

ولی سے مراد دوستی کا حق ادا کرنے والا، مدد کرنے والا ہے۔ وہ ایسا دوست نواز ہے کہ اپنے دوستوں کی مدد میں ان کے دشمنوں کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ؏ (سورہ محمدؐ) (غزالیؒ)

مظہر ولی اِنسانوں میں اس اسم کا وہ مظہر ہو گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے دوستوں کو دوست رکھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے دوستوں کی مدد کرے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی رکھے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے انسان کا اندرونی دشمن نفس انسان ہے۔ (غزالیؒ)

اور بیرونی دشمنوں میں بدترین دشمن دشمنانِ اسلام ہیں۔ جس

شخص نے ان دونوں کا کہا نہ مانا۔ اور وہ کام کیے جو دونوں کے لیے سوہانِ رُوح اور پیغامِ موت ہوں۔ وہ مظہر اسمِ ولی ہوگا۔ وَاللہُ اَعْلَمُ۔ (غزالیؒ)


خوبیوں والا

حمید سے مُراد تعریف کی ہوئی ذات ہے اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کے لیے ازل سے تعریف کرنے والا ہے، اور اپنے بندوں کی تعریف سے ابدًا تعریف کیا ہُوا ہے۔

مظہر حمید

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اسم حمید کا وہ مظہر ہوگا جس کے عقائد، اخلاق، اعمال اور اقوال محمُود ہوں اور ان میں کسی قسم کی میل نہ پائی جائے۔ یہ خوبی سیّدُ المرسلین خاتمُ النّبیین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور دُوسرے انبیاء علیہمُ السّلام اور ان کے ماسوا اولیاء کرام اور عُلماء عظام میں بھی اپنے اپنے درجہ کے لحاظ سے پائی جاتی ہے۔ حمید مطلق فقط خدائے قدّوس وحدہٗ لا شریک لہٗ کی ذات ستُودہ صفات ہی ہے۔ (غزالیؒ)


ہر چیز شمار کرنے والا

محصی وہ ذات ہے جو اپنے معلُومات کا پُورے طور پر احاطہ کرلے اور مُحصی مطلق وہ ہے جس کے علم میں ہر معلُوم کی حد، اس کی گنتی۔ غرضیکہ ہر حالت کا پُورا

نقشہ ہو چونکہ انسان اپنے معلومات میں اس قسم کا علم بہم پہنچانے سے عاجز ہے اس لیے اس کو محصی نہیں کہا جائے گا۔ (غزالیؒ)



پہلی بار پیدا کرنے والا

انسان کو اللہ تعالیٰ ہی نے ابتداءً پیدا کیا ہے اور پھر دوبارہ مرنے کے بعد اٹھائیگا۔ بلکہ تمام اشیاء کی ابتدا اسی سے ہوئی اور انتہا اسی کے ہاں ہوگی۔ (غزالیؒ)

فرض بندہ انسان کا فرض ہے کہ ہر ایک معاملہ میں سوائے خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے اور کہیں نہ جانے پائے کیونکہ تمام نظامِ عالم کی ابتدا و انتہا اُسی کے قبضہ میں ہے۔ لہٰذا جو ملے گا اُسی سے ملے گا۔ (مؤلف)



دُوسری بار پیدا کرنے والا

موت اور حیات کا خالق فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا مُحی (زندہ کرنے والا) اور مُمیت (مارنے والا) سوائے خُدا تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے اور کوئی نہیں ہوگا۔



زندہ کرنے والا۔ مارنے والا

لہٰذا مُسلم کا فرضِ اوّلین یہ ہے کہ حصُولِ

اولاد وغیرہ ضروریات کے لیے اس مالک کے دروازہ کو چھوڑ کر کہیں نہ جائے۔ (غزالیؒ)



زندہ رہنے والا

ساری موجودات مادّہ اور صورت سے مرکّب ہیں۔ حیّ اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے جو سارے جہان کے موجودات کی مفیض ہے۔ اگر اس حی سے فیضانِ صوَر نہ ہوتا تو جہان میں کوئی چیز موجود نہ ہوتی۔ (مؤلّف)



سب کا تھامنے والا

بعض چیزیں ایسی ہیں جو اپنے وجود میں دوسرے محل کی محتاج ہیں۔ مثلاً ہر قسم کے رنگ اور صفتیں بعض ایسی ہیں کہ دوسرے محل کی طرف محتاج نہیں ہیں مثلاً سارے جواہر۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ فی الحقیقت وہ بھی بہ سرِ خود قائم نہیں ہیں۔ اگرچہ محل کے محتاج تو نہیں ہیں لیکن پردۂ عدم سے صفحۂ ہستی پر آنے کے لیے موجِد کے محتاج ہیں۔ جو موجود ایسا ہو کہ اپنی ذات میں کسی کا محتاج نہیں اور اس کا قیام بھی بسرِ خود ہو اور اس کے وجود کے دوام میں دوسرے وجود کی ضرورت نہیں ہے، اس کو قائم بالذّات کہتے ہیں۔ اپنی ان خوبیوں کے باوجود اگر ہر موجود کا وجود اس کے ساتھ وابستہ ہو کہ ان کا وجود اور دوام اس کے

بغیر ہو ہی نہیں سکتا تو اس ذات کو قیوم کہتے ہیں اور یہ کمال سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کسی میں نہیں۔ (غزالیؒ)

نصیب بندہ جس قدر کوئی شخص ماسوی اللہ سے بے پرواہ اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے غنی ہوگا، اسی قدر اس اسم کا ایک طرح پر مظہر ہوگا۔ (شیخؒ)



ہر چیز کا پانے والا

اپنی صفاتِ الوہیّتہ اور ان کے کمال میں جو جو چیز شرط ہے اُسے وہ موجود پانے والا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنی صفات کمال میں کسی کو بھی ہر ایک کمال نصیب نہیں ہے اگر ایک چیز موجود ہو تو کئی طرح کی حاجت باقی ہے۔ (مؤلف)

تخلّق جن کمالات کی انسان کو ضرورت ہے ان کے حاصل کرنے میں سعیٔ تام کرے تاکہ اپنی مُراد اور مقصود کا واجد ہو اور بفضلِ خُدا تعالیٰ ماسوا اللہ سے مُستغنی ہو جائے۔



اکیلا

واحد وہ ذات ہے جس کی تقسیم نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ اس لیے واحد ہے کہ اس کی ذات میں تقسیم محال ہے اور وہ مالکُ الملک عزّ اسمہٗ و جلّ مجدہٗ ایسے وجود خصوصی سے موجود ہے کہ اس میں غیر کی شرکت کا تصوّر

بھی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ازلاً، ابداً واحد مُطلق اسی کی ذات ہے۔ بندے پر بھی واحد کا اطلاق آتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ مثلاً کوئی شخص کسی خاص خُوبی میں اپنے وقت میں مُمتاز ہے۔ وہ واحد ہے۔ لیکن اس کی احدیت اسی وقت خاص میں مخصوص ہے۔ ممکن ہے کہ کسی دُوسرے زمانہ میں کوئی دُوسرا شخص اسی صفت میں اس جیسا یا اس سے بھی زیادہ باکمال پایا جائے۔ (غزالیؒ)

واحد اور احد میں فرق بعض حضرات کا خیال ہے کہ احد باعتبار ذات کے اور واحد باعتبار صفات کے ہے اور بعض اس کا عکس خیال کرتے ہیں۔

تخلّق انسان کو چاہیئے کہ فضل وکمال میں یگانۂ روزگار ہوکر رہے اور جس طرح خُدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ الوہیّت میں یکتا ہے۔ اسی طرح یہ فرائض عبُودیّت کے ادا کرنے میں یکتا ہو۔ (شیخؒ)



بزرگی والا

ماجد کے معنی مجید ہی کے ہیں جس طرح عالم بمعنی علیم ہوتا ہے۔ البتّہ وزن فعیل میں مُبالغہ ملحُوظ ہوتا ہے۔ مجید کے معنی اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔ (غزالیؒ)



بے نیاز

صمد مُطلق وہ ذات ہے جس کی طرف تمام حاجتوں میں رجُوع کیا جائے اور یہ فقط ایک خُدائے قُدّوس وحدہٗ لا شریک لہٗ کی ذات ہے۔

عبرت: جب ایسی ذات بے نیاز ہماری حاجت روائی کے لیے موجُود ہے جو سارے جہان کے لیے ملجا و ماوٰی ہے تو بندہ کا فرض ہے کہ اس کے سوا کسی کے دروازہ پر نہ جائے۔ (غزالیؒ)



قدرت والا



ہر چیز کر سکنے والا

دونوں کی معنی قدرت والا ہے۔ البتہ مُقتدر کے معنی میں مبالغہ ہوتا ہے۔ قادر وہ ذات ہے جو چاہے سو کرے اور چاہے نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مُطلق ہے کیونکہ اس نے ہر موجود کو اکیلے بلا مدد غیر خود بنایا ہے۔ بندہ کی قدرت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ اور وہ بھی بعض ممکنات پر حاصل ہے۔ (غزالیؒ)

نتیجہ جب انسان کو معلُوم ہوگا کہ میرا مولیٰ بدلہ لینے پر قادر ہے تو شخص اسے ستائے گا۔ یا اس پر ظلم ہوگا اس سے بدلہ لینا اللہ

تعالیٰ کے سپرد کر دے گا۔ (شیخ رح)



آگے بڑھانے والا پیچھے ہٹانے والا

ہر چیز کو مرتبہ میں آگے بڑھانے والا اور پیچھے ہٹانے والا اور یہ تقدّم و تاخّر اپنے (یعنی بندہ کے) علم اور عمل کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ جسے چاہے، اپنے مخفی مصالح کی بنا پر بڑھائے یا ہٹائے۔

عبرت : انسان کا فرض ہے کہ اپنے مولیٰ سے تعلّق درست رکھے تا کہ وہ اپنی رحمت سے اسے اپنے قُرب میں جگہ عطا فرمائے۔ (غزالی رح)



سب سے پہلا۔ سب سے پچھلا

اس کی اوّلیت ازلی ہے کہ اس کے وجُود اور ہستی کی کوئی ابتدا نہیں اور اس کے بقاء کی کوئی اِنتہا نہیں۔



آشکارا

اللہ تعالیٰ بذریعہ حواس معلُوم ہونے سے باطن ہے۔ اور اگر استدلال عقلی سے معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو بالکل ظاہر ہے مثلاً اگر کوئی کلمہ کہیں لکھا ہُوا پایا جائے تو تمھیں ضرور یقین ہو گا کہ یہ



کسی کاتب کا لکھا ہوا ہے اور وہ یقیناً عالم، قادر اور حیّ (زندہ) بھی ہو گا۔ ورنہ اس کا لکھا جانا محال ہوتا۔ اسی طرح زمین و آسمان کا ہر ذرہ آسمان، ستارے، سورج، چاند، حیوان، نباتات وغیرہ اس امر پر گواہ ہیں کہ ضرور ان کا بنانے والا اور چلانے والا کوئی ہے جس نے ان کو خاص طریقہ پر بنایا اور خصوصیاتِ خاصہ سے مختص فرمایا۔

الحاصل حاصل یہ ہے کہ خدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ ایسا ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز ظاہر نہیں ہے اور حجاباتِ نوریہ میں اس قدر محجوب ہے کہ حواس ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگائیں تو بھی اسے محدود نہ کرنے پائیں اس لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز باطن بھی نہیں ہے۔ (غزالیؒ)

نصیب بندہ انسان کو چاہیئے کہ اپنی ابتداء وانتہا میں غور وفکر کرے اور اپنے ظاہر اور باطن کی اصلاح کرے (شیخؒ)



برّ سے مُراد احسان کرنے والا ہے۔ برّ مُطلق کا اطلاق فقط خدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تمام جہان کی ہر نیکی اور احسان فی الحقیقت

اسی کی طرف سے ہے۔ (غزالیؒ)

نصیب بندہ انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر بجالائے اور خلقِ خدا تعالیٰ کے سلتھ احسان سے پیش آئے۔ (شیخؒ) یہاں تک کہ کسی صاحبِ حق کا حق اس پر نہ رہنے پائے (مؤلف)



رحمت کو عود کرنے والا

توّاب وہ مولیٰ ہے جو توبہ کے اسباب بہ آسانی اپنے بندوں کو بہم پہنچاتا ہے۔ کبھی تو انھیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے۔ کبھی تنبیہات سے کام لیتا ہے۔ کبھی طرح طرح کے ڈر دلاتا ہے۔ پھر وہ توبہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ کا فضل بصورت قبولیّت ان پر نازل ہوتا ہے۔

متخلّق بصفۃ التوّاب جو شخص اپنی رعایا، احباب اور متعلقین کے عذروں کو ہمیشہ قبول کرے وہ اس خلق سے متخلّق سمجھا جائے گا۔ (غزالیؒ)



بدلہ لینے والا

جو دشمن کو ڈرائے، رفع عذر کرے اسے پورا موقع دے اور کافی مہلت عطا فرمائے۔ اس اتمامِ حجّت کے بعد مخالفین کی کمرِ ہمّت توڑ دے اور نافرمانوں کو سخت

عذاب میں مُبتلا کر دے۔

انتقامِ محمود انسان کا فرض ہے کہ اعدائے الٰہی سے انتقام لے۔ اور سب سے بدترین اندرونی دُشمن اس کا اپنا نفس ہے۔ لہٰذا جب وہ گناہ کرے یا عبادت میں خلل ڈالے تو اُسے پُوری سزا دے اور بیرونی بدترین دُشمن دُشمنانِ دینِ مُبین ہیں۔ لہٰذا مُسلم کا فرض ہے کہ ان کے وار سے بچے اور خود ان کو عبرت ناک سزا دے تاکہ ان کے حوصلے آیندہ پست ہو جائیں۔ (غزالیؒ)



درگزر کرنے والا

وہ ذات ہے جو بُرائیوں کو نیست و نابُود کر دے اور گُناہوں سے درگزر کرے۔ یہ معنی غفور کے قریب ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے۔ کیونکہ غفران کے معنی چھُپانا اور عفو کے معنی مٹانا ہے۔ گناہ پر پردہ پوشی سے گناہ کا نیست و نابود کرنا زیادہ مُفید ہے۔

مظہرِ عفو جو شخص اپنے اُوپر ظلم کرنے والوں سے درگزر کرے بلکہ ان سے نیکی کرے، وہ اس اسم کا مظہر ہو جائے گا۔ ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الیٰ من اسا (مؤلف)



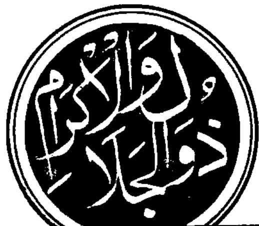
نرمی کرنے والا

رأفت کے معنی سخت رحمت ہے۔ رؤف کے معنی رحیم والے ہی ہیں۔ البتہ اس میں باعتبار رحیم کے معنی ابلغ ہیں۔



مالک سلطنت کا

وہ ذات ہے جو اپنی بادشاہی میں جو چاہے حکم دے۔ خواہ وہ حکم کسی چیز کے موجود ہونے کا ہو یا معدوم ہونے کا، بقا کا ہو یا فنا کا۔
(غزالیؒ)



بزرگی والا اور تعظیم والا

اللہ تعالیٰ وہ ذُوالجلال ذات ہے جس کے سوا دراصل کسی کا نہ جلال ہے نہ کمال اور اللہ تعالیٰ ذوالاکرام بھی ہے یعنی جہان میں جو تعظیم اور عزّت ہے، وہ اسی خُدائے قُدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف سے ہے (غزالیؒ)



سب کا مالک

والی وہ ذات ہے جو ساری مخلُوقات کے سارے اُمور کی تدبیر کرے۔ اور اس تدبیر کی اُسے قدرتِ تامّہ ہو۔ اور اسی کی قدرتِ تامّہ جہان میں کام کر رہی

ہو۔ جب تک یہ ساری طاقتیں جمع نہ ہوں اس کو والی نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہ معنی سوائے احکم الحاکمین، مالکُ الملک، عزّ اسمہٗ و جلّ مجدہٗ کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی لہٰذا حقیقت میں والی فقط اُسی کی ذات ہے۔ (غزالیؒ)



برتر مخلوق کی صفات سے

اس اسم کے معنی اسم علیّ کے ہیں۔ البتہ اس میں ایک طرح کا مبالغہ پایا جاتا ہے۔

(غزالیؒ)



عدل کرنے والا

مُقسِط سے مراد عادل ہے۔ جو مظلوم کی دادرسی کر کے ظالم سے بدلہ دلوائے۔ اور اس معنی میں کمال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کریں گے کہ ظالم اور مظلوم دونوں کو ایک دوسرے سے راضی کر دیں گے۔ (شیخؒ)

فرضِ بندہ انسان کو چاہیئے کہ اس قسم کا انصاف کرنا سیکھے جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہو، اس پر یہ چیز آسان ہے۔ (مؤلّف)



اکٹھا کرنے والا

جو آپس میں موافق اور ایک دُوسری سے مخالف چیزوں کو جمع کرنے والا ہے۔ آپس میں موافق چیزوں کے جمع کرنے کی مثال آدمی ہیں جو کروڑوں کی تعداد میں سطح زمین پر موجُود ہیں اور ایک دُوسری کے مخالف اشیاء کی بے شمار مثالیں ہیں۔ جس طرح آسمان، ستارے، ہوا، زمین، سمندر، حیوانات، نباتات، معادن۔ یہ سب چیزیں رنگ، شکل اور صفتوں میں ایک دُوسرے سے علیحدہ ہیں۔

اِنسان جامع اِنسان جامع وہ ہے جو ظاہری آداب اور باطنی حقائق میں جامعیت رکھتا ہو۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ۔



بے پرواہ

غناء کے معنی بے نیاز ہونا۔ اغناء کے معنی بے نیاز کرنا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں سب سے بے پروا ہے۔ باوجُود اس کے اپنے بندوں کو غنی کرنے والا ہے۔ جو غیر کے غنی کرنے سے غنی بنے، وہ غنی مطلق نہیں ہو سکتا۔ واقع میں وہ مُحتاج غیر ہے۔ لہٰذا غنی مُطلق فقط خُدائے قدُّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ ہی ہے۔

تخلّق باسمُ الغنی۔ جب انسان کو معلوم ہو گا کہ خدا تعالیٰ سب سے



بے پرواہ کرنے والا

بے نیاز ہے تو فقط اللہ تعالیٰ کے سامنے سر نیاز خم کرے گا۔

تخلق باسمِ المغنی جب انسان کو علم ہو گا کہ بے نیاز کرنے والا فقط خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے تو سب سے اپنی طمع منقطع کر دے گا۔ اور سوائے اس کے اور کسی سے نہیں مانگے گا اور سب سے بے نیاز ہو جائے گا۔ (شیخؒ)



روکنے والا

جو ہلاکت اور نقصان کے اسباب کو دفع فرمائے۔ (غزالیؒ)

نتیجہ جب انسان کو معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہلاکت اور نقصان کے اسباب کو اس سے روکتا ہے اور اسے اپنی حفاظت میں رکھتا ہے تو محسنِ حقیقی جلّ مجدہٗ کا شکریہ بجالائیگا۔ (شیخؒ)



ضرر پہنچانے والا ۔ نفع دینے والا

جس کی طرف سے خیر و شر اور نفع و ضرر کے فیصلہ جات ہو کر آئیں۔ ہر ایک چیز میں جو نفع یا ضرر پایا جاتا ہے وہ اس کا ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی

نے ہر ایک چیز میں ایک تاثیر رکھی ہے جس کا ظہور ہوتا ہے۔ (غزالیؒ)

کرشمۂ قدرت

جس مالکُ الملک عزّ اسمہٗ وجلّ مجدہٗ نے اشیاء میں تاثیریں پیدا کی ہیں۔ وہ چاہے تو ان تاثیروں کو سلب بھی کرسکتا ہے لیکن اس کی ہمیشہ کی عادت یہی ہے کہ وہ دی ہوئی طاقتوں کو سلب نہیں کرتا تاکہ اسبابِ دُنیاوی سے خلقِ خُدا کا اعتماد اُٹھ نہ جائے اور نظامِ دنیا میں خلل نہ آئے۔ ہاں بعض اوقات اپنی قدرتِ کاملہ کا تماشا دکھاتا ہے اور بعض تاثیرات کا نفاذ (جاری ہونا) روک لیتا ہے۔ مثلاً آگ ہو اور جلانے نہ پائے۔ جس طرح ابراہیم علیہ السّلام کی نار کو گُلزار بنا دیا یا جس طرح دجّال پہلی دفعہ ایک مومن کو قتل کرے گا۔ پھر اسے زندہ کرے گا۔ پھر دوبارہ قتل کرنا چاہے گا لیکن قتل نہیں کر سکے گا۔

نتیجہ

جب تمام نفع وضرر کی باگ اس احکمُ الحاکمین خُدائے قدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے قبضہ میں ہے اور وہ اپنی قُدرتِ کاملہ سے کسی مُضر چیز کے ضرر کو یا مفید چیز کے نفع کو روکنے اور زیادہ کرنے پر قادر ہے اور یہ طاقت سوائے اس ایک مالک کے اور کسی میں نہیں ہے تو پھر انسان کا فرض ہے کہ ہر نفع کے لیے فقط اسی کے دروازہ پر دستک دے اور ہر ضرر سے بچنے کے لیے اسی کے دروازۂ رحمت پر ہاتھ پھیلائے۔ اس کا دروازہ چھوڑ کر کہیں نہ جائے۔

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ ط



روشن

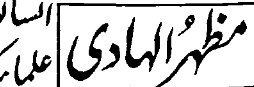
جو خود ظاہر اور دُوسروں کے ظہور کا باعث ہو وہ نور ہے۔ چنانچہ تمام اشیاء کو پردۂ عدم سے صفحہ ہستی پر لانے والا فقط اللہ ربُّ العالمین عزّ اسمہٗ وجلّ مجدہٗ ہے۔ لہٰذا اسم نور کا مُستحق بھی فقط وہی ہے (غزالیؒ)



بہت ہدایت کرنے والا

ہدایت کے معنی راہ دکھانا اور منزل مقصود تک پُہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر راہ رَو کا رہنُما ہے خواہ وہ دُنیا کا طالب ہو، یا آخرت کا۔ اور اس کی ہدایت کے اقسام کی کوئی انتہا نہیں۔ ؎

گر نہ چراغ لطف تو راہ نماید از کرم ٭ قافلہ ہائے شب رواں پے نہ بَرد بمنزلے (شیخؒ)



انسانوں میں انبیاء علیہمُ السّلام اور اُن کے بعد علماء کرام ہادی ہیں جو انسانوں کو سعادتِ اُخروی کی راہ بتاتے ہیں اور انھیں ہر مرحلہ میں سیدھی راہ دکھاتے ہیں۔ (غزالیؒ)



نئی طرح پیدا کرنے والا

جس کی ذات، صفات اور افعال میں کوئی نظیر (مثل) نہ مل سکے وہ بدیعِ مُطلق ہے۔ اور یہ اسم سوائے خُدائے قُدّوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے اور کسی کے لائق نہیں ہے۔ بدیع بمعنی مُبدع از سرِ نو

پیدا کرنے والا بھی ہے۔ (غزالیؒ)

نصیبِ بندہ بندہ کو چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ عجائبات کو دیکھے تو اپنا دل اس بے نظیر و بے مثل ذات کی طرف متوجّہ کرے۔ (الشیخؒ)



باقی رہنے والا

وہ موجُود جو بالذّات واجبُ الوجود ہو۔ جب اس کی نسبت مُستقبل کی طرف کی جائے گی تو وہ باقی کہلائے گا اور جب ماضی کی طرف منسُوب ہو گا تو قدیم کہلائے گا ازلی و ابدی۔ جب یہ خیال کیا جائے کہ اس کے وجُود کی مُستقبل میں کہیں انتہا نہ ہو گی تو ابدی بھی کہا جائے گا اور قدیم مُطلق جس کے وجُود کی ماضی میں کہیں ابتداء نہیں تو وہ ازلی کہلائے گا۔ (غزالیؒ)

واجبُ الوجود بالذّات کا لفظ قدیم، باقی، ازلی، ابدی سب پر شامل ہے۔



سب کا وارث

حقیقی وارث وہ ہے جو سب مالکوں کے فنا ہو جانے کے بعد تمام اشیاء کا مالک ہو گا اور یہ درجہ فقط اللہ تعالیٰ کے لیے مخصُوص ہے۔ کیونکہ سب مخلُوقات کے فنا ہونے کے بعد وہی باقی رہے گا۔ (غزالیؒ)

عبرت انسان کو چاہیئے کہ دُنیا کے مال و متاع میں دل نہ لگائے۔ ہمیشہ یہ خیال رکھے کہ یہ سب چیزیں چھوڑ کر مجھے یہاں سے جانا ہے۔ ؎

دل بریں منزلِ فانی چہ نہی رخت بر بند کہ اِنّا للہِ (شیخ)



بھلی راہ بتانے والا

جس کی تمام تدبیریں اپنی منزلِ مقصود تک صحیح طور پر پُہنچ جائیں اور اس میں اسے کسی دُوسرے رہنما اور مُشیر کی ضرورت نہ ہو۔ (غزالیؒ) بعض کا خیال ہے کہ یہاں رشید سے مراد مرشد ہے کہ اپنے بندوں کو دین و دنیا اور مبدأ و معاد میں اپنی کتاب اور شریعت سے اس نے صحیح راہ نمائی فرمائی ہے۔ (شیخؒ)



بہت صبر کرنے والا

صبُور وہ ہے جو گنہگاروں کی گرفت میں جلدی نہ کرے۔

صبُور اور حلیم صبُور اور حلیم کے معنی میں فرق یہ ہے کہ صبُور اس وقت کے صبر اور آخرت کی گرفت کا پتہ دیتا ہے اور حلیم عام ہے۔ بعض کی رائے ہے، کہ صبُور میں عذاب کا خوف غالب ہے اور حلیم میں اُمید عفو۔ بعض کی رائے ہے کہ صبُور بمعنی صبر دینے والے کے ہے۔ اللہ تعالیٰ

انسان کو مندرجہ ذیل اشیاء میں صبر دینے والا ہے۔ مصیبت میں۔ بارِ امانت کے اُٹھانے میں۔ خواہشاتِ نفسانی کی مخالفت میں۔ دشمنانِ اسلام کی فریب کاری میں۔ اُن کی طرف سے ایذا رسانی میں۔

تخلق انسان اپنے کام میں جلدبازی نہ کرے۔ ہمیشہ آرام و اطمینان سے سوچ سمجھ کر کام کرے۔ (شیخ رح)

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ وَتُبْ عَلَيْنَآ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○
